امن و امان کی سرزمین
حنفی اسٹیٹ افغانستان

ابوطلحہ ناشنر

افغانستان کے بارے میں بیرونِ افغانستان رہ کر بدامنی کی جتنی بھی خبریں آپ تک پہنچتی ہیں وہ اکثر و بیشتر من گھڑت اور مغربی لابی کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا ایک حصہ ہیں۔ اس کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوا جب ہم خود افغانستان میں فقہ حنفی کے نفاذ کے ثمرات کا جائزہ لینے بنفس نفیس و بزادِ راہِ خود افغانستان پہنچے۔

افغانستان کا دارالحکومت اگرچہ کابل ہے اور تمام مرکزی وزارتوں کے دفاتر کابل میں ہیں لیکن چونکہ ان وزارتوں اور وزیروں کا باوا آدم (ملا عمر) کندھار میں ہے اس لئے ''امارتِ اسلامی افغانستان'' کا ہیڈ کوارٹر امیر المؤمنین ملا عمر کے اسی شہر کندھار میں واقع ہے۔ ہمیں باوجود عامی ہونے کے رہائش گاہِ خاص (گورنر ہاؤس) میں ٹھہرایا گیا مگر یہ گورنر ہاؤس اتنا ہی خاص تھا جتنا ہمارے ہاں کسی عام سے اسکول کی عمارت ہو، کراچی کے سٹی اسکولز کی عمارتیں اس سے کئی درجہ خوبصورت اور آرائشوں و آسائشوں سے مزین ہوں گی۔ افغانستان میں پاکستانیوں کو بہت عزت ملتی ہے، خصوصاً افغانستان پر روسی یلغار کے بعد سے۔

ہمارا مشن چونکہ افغانستان میں فقہِ حنفی کے نفاذ کے ثمرات کا جائزہ لینا تھا اس لئے ہم ایسی سرکاری شخصیات سے ملاقاتوں کے متمنی اور ایسی پبلک پلیسز (Public Places) دیکھنے کے خواہش مند تھے جہاں سے ہمیں اس نئے انقلاب اسلامی کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ ہم نے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور پہلی ملاقات بولدک (بارڈر پر افغانی علاقہ) کے کمشنر سے اسی وقت کر ڈالی جب ہمیں چمن کے راستے سرحد پار کرنے کا موقع ملا۔

بولدک کے کمشنر کے مہمان خانہ میں ہماری تواضع معروف افغانی چائے (قہوہ) اور چاکلیٹ سے کی گئی ہم چائے پینے بیٹھے تو تین پٹھان (افغان) بھی ہمارے ساتھ شریک تھے اور اپنی

زبان میں بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتے جاتے تھے، ترجمان ترجمہ کر رہا تھا، نمازِ ظہر ہم نے راستہ میں ہی ادا کر لی تھی یہاں کچھ ہاتھ منہ دھونے اٹھے تو ترجمان سے ہم نے کہا ہماری ملاقات بولدک کے کمشنر سے ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا یہ جو سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس شخص اتنی دیر سے آپ سے باتیں کر رہا ہے یہ کمشنر ہی تو ہے؟ ہم اپنی حیرت کو چھپا نہ سکے کہ معمولی فرشی نشست پر بیٹھا ہوا شخص واقعی اس سرحدی علاقہ کا کمشنر ہے؟ ہم نے ان سے دوبارہ مصافحہ کیا اس احساس کے ساتھ کہ ''ہم کمشنر سے ہاتھ ملا رہے ہیں'' اور پھر ہم نے ان سے متعدد سوالات ان کی تعلیم، ان کی ذمہ داریوں اور ان کے انقلاب کے حوالہ سے کئے، محسوس یہ ہوا کہ وہ کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود احساسِ کم تری کا شکار نہیں بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ وہ اپنے زیر انتظام علاقہ کے لوگوں کی خبر گیری کے لئے رات کو گشت کرتے ہیں، دن کو عوام کی شکایات کے ازالہ کے لئے احکامات جاری کرتے ہیں اور پھر ان احکامات پر عملدرآمد کی صورتحال کا جائزہ لینے خود نکلتے ہیں، سرحدی علاقہ ہونے کے باعث روزانہ متعدد مہمانوں کا استقبال کرتے اور وفود کو دارالامارت روانہ کرتے ہیں۔ پاکستان سے آنے والی غذائی اجناس کے اسٹاک اور درآمد پر نظر رکھتے ہیں اور اسے اندرونِ افغانستان منتقل کرنے کی ذمہ داری بھی ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ امریکی پابندیوں کے بعد سے لغغان پاکستان تجارت سرکاری سطح پر تقریباً بند ہے تاہم آزاد تجارت کا سلسلہ جاری ہے اور اس پر افغان حکومت ایک نظر رکھتی ہے۔

بولدک سے ہم کندھار کیلئے روانہ ہوئے تو ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہی ہماری گاڑی کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ سڑک پختہ تھی مگر ملکی وسائل طویل جنگ کی نذر ہو جانے کے باعث اس کی تعمیر نو نہیں ہوسکی۔ کوئی دو گھنٹے اس کچی سڑک کا سفر ۶۰ سے ۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاری رہا۔ عصر کی نماز ہم نے راستہ میں ایک جگہ رک کر ادا کی اور مغرب ہم نے کندھار جا کر پڑھی۔

کندھار میں سخت گرمی تھی، رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح ہماری ملاقات نمازِ فجر میں والیٔ کندھار (گورنر کندھار) سے ہوگئی وہ نماز کے بعد دیر تک مسجد ہی میں بیٹھے ذکر و تسبیح کرتے رہے۔ ایک ٹانگ سے معذور ملا حسن سے ہمارا تعارف دو روز بعد ہوا، جب ہم نے اپنے گائیڈ سے اصرار کیا کہ ہمیں ہمارے میزبان سے تو ملوایئے۔ ملاقات اور رسمی تعارف پر معلوم ہوا کہ ان صاحب سے تو ہماری ملاقات ہر روز مغرب عشاء اور فجر کی نمازوں میں ہوتی رہی ہے مگر ہم انہیں عام آدمی سمجھتے

رہے۔ کیونکہ ان کے لباس، گفتگو اور نشست و برخواست سے گورنری نہیں ٹپکتی تھی۔ نہ کسی کو ہم نے ان کا ہمارے ہاں کے گورنروں جیسا ناز نخرہ برداشت کرتے دیکھا، نہ ان کے آس پاس کوئی مسلح جتھہ نظر آیا، نہ ان کے روبرو قطار اندر قطار کھڑے افسران کا تماشہ دکھائی دیا۔ یہ سادگی اور وقار اللہ اکبر۔ اسلام کی برکت سے اور اسلامی نظام کی برکت ہی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ ہم نے ملا حسن سے کھل کر گفتگو کی کہ وہ اردو بہت خوبی سے بول لیتے ہیں۔ طالبان میں انہیں ایک خاص عزت حاصل ہے کہ روسی استعمار اور روسی ایجنٹوں کے خلاف جہاد میں ان کا کردار کاغذی نہیں عملی رہا ہے اور سبھی شرکائے جہاد ان کی خدمات کے معترف ہیں۔ ان کی ضائع شدہ ٹانگ خود اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ ایک عالم ہیں اور عالم کو قدیم دور سے اس خطہ میں ملا کہا جاتا ہے، اب بھی افغانستان میں یہی قدیم اصطلاح رائج ہے۔

ملا حسن کی گورنری ان کی عباداتِ روز و شب میں مخل نہیں ہوتی وہ بعد نمازِ مغرب مسجد میں دیر تک ٹھہرتے اور نمازِ اوابین ادا کرتے۔ ان کی علمیت ان کی گورنری میں حارج نہیں۔ وہ سارا دن اپنے دفتر میں عوامی مسائل سننے اور سرکاری فرائض کی بجا آوری میں گزارتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو عصری تعلیم کی کمی تو محسوس نہیں ہوتی؟ انہوں نے کہا عصری تعلیم یافتہ ملازمین کی کھیپ اپنے فرائض میں کوتاہی کرے تو شاید مجھے اس کی کمی محسوس ہو، لیکن اسلامی انقلاب کی برکت سے چونکہ ہر شخص اپنے فرائض دیانت داری سے ادا کر رہا ہے اور مجھے تو صرف ان کی نگرانی ہی کرنا ہے اس لئے میں اس میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا۔ بات سمجھ میں آ گئی کہ اگر پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں انگوٹھا چھاپ وزیر اور میٹرک فیل گورنر کامیابی سے وزارت و گورنری چلا سکتا ہے تو ایک عالم دین کیوں نہیں؟

اگلے روز ہم ملا حسن کے کندھار کے نجی دورے پر نکلے اور خرقہ شریف، مزار احمد شاہ ابدالی، چوک شہیداں، بازارِ بزرگ اور کئی ایسے مقامات پر گئے جہاں عوام کا رش رہتا ہے، وہاں ہم نے لوگوں سے مل کر مسائل معلوم کئے، حالات جاننے کی کوشش کی، عوام کے تاثرات جاننا چاہے اور تادیر کوچہ پیمائی کرتے رہے، مگر ہم نے نہ تو کسی دکاندار سے، نہ ٹیکسی ڈرائیور سے، نہ خوانچہ فروش سے، نہ کبابچی سے اور نہ ہی کسی مستری و مزدور سے کوئی ایسی بات سنی جس سے عوام کی غربت، بے یقینی، بداعتمادی یا پریشانی کا کوئی شبہ ہوتا ہو۔ ہاں البتہ کچھ منچلے نوجوان جن کے ذہن کیمونسٹوں نے

خراب کئے ہیں، ذہنی عیاشی کے سامان (T V) پر پابندی سے کچھ کبیدۂ خاطر ہیں اور ایسا تو ہر ایسے ملک میں ہوگا جہاں آپ اسلام کا نظامِ تطہیر و تزکیہ نافذ کریں گے۔ مجموعی طور پر لوگ طالبان کے امن و امان سے نہایت خوش ہیں، اور کیوں نہ ہوں جبکہ طالبان نے ایک ایسے وقت میں کندھار سے تحریک اسلامی شروع کی جب لوگوں کی عزتیں سرعام نیلام ہوتی تھیں، قحبہ گری کا دور دورہ تھا، بھتہ خوری ایک معمول بن چکا تھا اور کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ افغانی کہتے ہیں طالبان نے ہمیں عزت و آبرو دی ہے۔ مال و جان کا تحفظ دیا ہے، عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کی ہے۔ خانہ جنگی کا خاتمہ کر کے امن و امان بحال کیا ہے۔

ہم نے کندھار کے بازار سامانِ خورد و نوش و ضروریاتِ روزمرہ سے پر پائے۔ خریداروں کے ہجوم دیکھے، کاروبار میں گرمی محسوس کی، اشیاء کے نرخ معلوم کئے چند چیزیں بطورِ ٹیسٹ خریدیں۔ اندازہ ہوا کہ تیس سالہ طویل جنگی نقصانات کے باوجود طالبان ملکی معاملات کنٹرول کرنے میں خوب ماہر ثابت ہوئے ہیں۔

کوئی چیز مہنگی نہیں نہ عوام کی دسترس سے باہر ہے۔ وہ تربوز اور گرما جو کراچی میں دس سے بارہ روپے کلو بکتا ہے کندھار میں چار روپے کلو سے زائد نہیں۔ روٹی کی قیمت پاکستانی روٹی کے مقابلہ میں کم اور غذائیت زیادہ ہے۔ بکری کا گوشت ساٹھ روپے کلو ہے جو یہاں ۱۳۰ روپے ملتا ہے۔ دودھ دہی لسی اور دیگر سامانِ خورد و نوش پاکستان کے مقابلہ میں ارزاں ہے۔ ایک عام مزدور کی یومیہ اجرت ۱۵۰ سے دوسو پاکستانی روپے کے برابر ہے اور ہنرمند راج، پلمبر اور مستری تین سے چار سو روپے یومیہ لیتا ہے۔

ہم نے افغانستان کے جن اعلیٰ عہدیداروں اور ذمہ داروں سے ملاقاتیں کیں ان میں، تعلیم، زراعت، صنعت، پیداوار اور عدل کے وزراء، سیکریٹریز (رؤساء) شامل ہیں۔ کندھار کے رئیس تعلیم سے ہمارے ساتھی نے اسکول کھولنے اور پرائیویٹ اسکول چلانے کے سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے کہا کہ تعلیم کی ہمیں بے حد ضرورت ہے اور ہم جنگی تباہی کے بعد اس طرف خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ آپ اگر ہماری معاونت فرمائیں تو ہمیں مسرت ہوگی آپ آئیں ہم جگہ فراہم کریں گے، آپ اسکول کھولیں مگر نصاب ہمارا اپنا ہوگا۔ ہم نے اپنا نصاب ایسا رکھا ہے کہ جس میں دینی تعلیم غالب رہتی ہے اور بچے لکھ پڑھ کر ماں باپ کو خبطی نہیں گردانتے۔ افغانی اسکولوں میں فقہ

ان کے دست راست بنے۔ امام شافعیؒ نے ان کو حامی مذہب کا لقب دیا تھا۔ انہی کی کتابوں پر مذہب شافعی کا دارومدار ہے۔ ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار المرادی مؤذن ولادت ۱۷۴ھ امام شافعیؒ سے بکثرت روایت کی۔ ربیع اور مزنی کی روایتوں میں تعارض ہونے پر شافعیہ ربیع کی روایت کو مقدم سمجھتے ہیں۔ ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حرملہ بن یحییٰ بن عبداللہ التجیبی۔ امام شافعی کے شاگرد تھے، ان کے مذہب پر متعدد کتابیں لکھیں۔ ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔

۵۔ یونس بن عبدالاعلی الصدفی المصری۔ تلمیذ امام شافعیؒ مصر میں ریاست علمی ان پر ختم ہوئی۔

۶۔ ابوبکر محمد بن احمد المعروف ابن الحداد۔ مزنی کے وفات کے دن پیدا ہوئے۔ تلامیذ امام شافعی سے فقہ سیکھی۔ تخریج مسائل میں یکتا تھے۔ فقہ میں متعدد کتابیں لکھیں۔ ۳۴۵ھ میں وفات پائی۔

تلامذہ و تلامذۂ تلامذہ امام شافعی میں یہی لوگ زیادہ مشہور ہوئے۔ انہی کی تصانیف کے ذریعہ لوگوں میں فقہ شافعی پھیلی، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں، فقہائے مالکیہ کی طرح ان لوگوں نے بھی اپنے امام یعنی امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا۔

دورِ تدوین میں فقہ شافعی کی کتابیں:

ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعی ہی ایک ایسے امام ہیں جنہوں نے بذات خود کتابیں تصنیف کیں جو ان کے مذہب کے لئے سنگ بنیاد بنیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے خود اپنی تالیفات کا شاگردوں کو املاء کرایا۔

امام شافعیؒ کی چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ رسالہ فی ادلۃ الاحکام۔ اصول فقہ کی پہلی کتاب۔

۲۔ کتاب الام۔ یہ وہ یکتا کتاب ہے جس کی مثل ان کے زمانے میں کوئی کتاب اس اسلوب بدیع۔ دقت تعبیر اور قوت مناظرہ کے لحاظ سے تصنیف نہیں کی گئی، امام محمد کی طرح انہوں نے

صرف مسائل کی تصنیف ہی نہیں کی بلکہ مسئلہ کے ساتھ تفصیل کے ساتھ دلائل بھی لکھے، مخالفین کے جواب بھی دیئے، اس کتاب میں فروع مسائل کے علاوہ کتاب اختلاف ابی حنیفہؒ وابن ابی لیلی، کتاب خلاف علی وابن مسعود، کتاب ماخالف العراقیون علیا وعبداللہ، کتاب اختلاف مالک والشافعی، کتاب الاجماع، کتاب ابطال الاستحسان، کتاب الرد علی محمد بن الحسن، کتاب سیر الاوزاعی وغیرہ کتب بھی ہیں۔

۳۔ اختلاف الحدیث۔ یہ کتاب فن مختلف الحدیث میں ہے۔ یہ تینوں کتابیں ایک ساتھ چھپ چکی ہیں۔

فقہ شافعی میں حرملہ بن یحیٰی کی کتاب بھی مشہور ہے۔ بویطی نے مختصر صغیر اور کتاب الفرائض لکھی۔ مزنی نے دو مختصر لکھے، ایک مختصر کبیر جو متروک دوسرا مختصر صغیر جن پر شافعیہ اعتماد کرتے ہیں۔ یہ کتاب کتاب الام کے ساتھ چھپی ہے۔ مزنی کے دو جامع، جامع کبیر اور جامع صغیر مشہور ہیں۔

ابو اسحٰق مروزی تلمیذ مزنی نے، مختصر مزنی کی دو شرحیں لکھیں اور کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول، کتاب الشروط والوثائق، کتاب الوصایا وحساب الدور اور کتاب الخصوص والعموم بھی تالیف کی۔

ابوبکر محمد بن عبداللہ الصیرفی (۳۳۰ھ) کی متعدد تصنیفیں مثلاً کتاب البیان فی الدلائل، الاعلام علی اصول الاحکام، شرح رسالہ شافعی اور کتاب الفرائض مشہور ہیں۔

اس دور میں شافعیہ کی اور بھی کتابیں ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ابوعبداللہ احمد بن محمد حنبل بن ہلال الذہلی المروزی ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے دو برس کی عمر میں یتیم ہوگئے، ماں نے پرورش کی۔ ابتدائی عمر میں امام ابو یوسف کی مجلس میں حاضر ہونے لگے۔ سولہ برس کی عمر سے تحصیل حدیث شروع کی۔ ہشیم اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔

۱۸۷ھ میں پہلی بار مکہ گئے وہاں کے مشائخ سے حدیث سنی۔ ۱۹۶ھ میں دوبارہ مکہ پہنچے، تین برس رہے پھر یمن پہنچے، عبدالرزاق سے حدیث سنی، اسی طرح مختلف بلاد میں مشائخ کثیرہ سے سماع حدیث کرتے رہے۔

امام شافعیؒ جب عراق آئے تو ان سے فقہ سیکھی۔ امام احمد امام شافعی کے بغدادی تلامذہ

میں سب سے بڑے ہیں۔ درجہ تکمیل تک پہنچنے کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اور اسی زمانے میں اپنا خاص نظریہ فقہ قائم کیا اور اسی کے مطابق فتوے دینے لگے۔ اگر چہ زمرۂ فقہاء سے زیادہ ان کا شمار محدثین میں ہے۔

۲۱۲ھ میں عقیدہ خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا۔ عباسی حکمراں مامون نے شیخ یحیٰ بن اکثم محدث کو عہدۂ قضا سے معزول کر کے احمد بن داؤد معتزلی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ مامون متشدد معتزلی العقیدہ تھا۔ ۲۱۸ھ میں اس نے صوبوں میں حکم بھیجا کہ محدثین سے خلق (۱) قرآن کا اقرار کرایا جائے۔

بغداد کے محدثین نے مخالفت کی تو مامون نے خلق قرآن سے انکار کرنے والے سات اکابر محدثین کو بغداد طلب کیا، یہ ساتوں آئے ان میں امام احمد بھی تھے، ان میں سے چھ نے خوف سے اقرار کرلیا۔ یا توریہ سے کام لے کر خلاصی حاصل کی، لیکن امام احمدؒ نے صریح مخالفت کی، نتیجہ میں قید ہو گئے۔ مامون کے انتقال پر معتصم باللہ حکمران ہوا اس کے زمانے میں امام صاحب کو قید خانے میں سخت اذیتیں دی گئیں، دُرّے مارے گئے، بالآخر رہا ہوئے۔

امام احمد نے پھر درس جاری کا ی۔ ۲۲۷ھ میں واثق باللہ حکمران ہوا۔ اس کے زمانے میں بھی اس مسئلہ پر محدثین پر سختی ہونے لگی۔ ۲۳۱ھ میں امام احمد کو درس موقوف کر دینا پڑا۔ ۲۳۲ھ میں متوکل علی اللہ حکمران ہوا۔ یہ محدثین کے عقیدے پر تھا۔ اس کے زمانے میں محدثین کو آزادی ملی۔ اس نے امام احمدؒ کی بڑی عزت کی، امام احمدؒ نے ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فقہ حنبلی:

امام احمدؒ کی فقہ نہایت سادہ ہے، فی الحقیقت وہ اصحاب حدیث کا طریقہ ہے جس میں درایت اور عقل و جدل سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ امام احمد نے فقہ حنفی کی واقفیت امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام شافعیؒ سے ان کا طریقہ سیکھا، محدثین سے حدیث کی تکمیل کی۔ اپنا اصول یہ رکھا کہ قرآن اور حدیث صحیح السند پر عمل ہو، حنفیہ و شافعیہ کی طرح درایت، تنقیح، مناط در قیاس سے حتی الامکان انہوں نے احتراز کیا۔ مالکیہ کا تعامل مدینہ بھی ان کے نزدیک حجت نہیں۔ احادیث صحیحہ

۱۔ معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے، جب اللہ نے چاہا نبی کی زبان پر پیدا کر دیا۔ اس کے مقابلے میں محدثین وعلماء اہلسنت کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور قدیم غیر مخلوق ہے۔

مرفوعہ وموقوفہ کو ہر موقعہ پر معمول بہ ٹھہراتے ہیں اسی بناء پر احادیث مختلفہ کی صورت میں ان کی فقہ میں جواب بھی مختلف ملتے ہیں۔ قیاس سے وہ بدرجہ مجبوری کام لیتے ہیں۔

امام احمدؒ کے وہ تلامذہ جنہوں نے فقہ حنبلی کی روایت کی

۱۔ اسحٰق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ (۲۳۸ھ)

۲۔ احمد بن محمد بن الحجاج المروزی۔

۳۔ ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی المعروف بالاثرم (۲۷۳ھ)

۴۔ عبداللہ بن امام احمد۔ (۲۹۰ھ)

فقہ حنبلی کی کتابیں:

امام احمد کا طریقہ چونکہ ظاہر حدیث کا طریقہ تھا، اس لئے فروع فقہ پر ان کے یہاں کتابیں بہت کم ہیں، روایت حدیث کی کتابیں ہیں۔

امام احمدؒ نے خود مسند لکھی جو چالیس ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے، ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے روایت کی۔ اصول میں امام احمدؒ کی یہ تین کتابیں ہیں۔

کتاب طاعۃ الرسول، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب العلل۔

اثرم نے فقہ حنبلی میں کتاب السنن لکھی جس میں مسائل فقیہ میں شواہد حدیث کا التزام ہے۔

مروزی کی بھی شواہد حدیث کے ساتھ کتاب السنن ہے۔

ابن راہویہ نے بھی فقہ میں کتاب السنن تالیف کی۔

ائمہ اربعہ:

یہ چار ائمہ امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ)، امام مالک (۱۷۹ھ)، امام شافعی (۲۰۴ھ)، امام احمد (۲۴۱ھ)۔ جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب مدونہ نے شہرت حاصل کی اور یہ شہرت یکساں اب تک باقی ہے، جمہور اہل اسلام آج بھی انہی چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امن و امان کی سرزمین
حنفی اسٹیٹ افغانستان

ابوطلحہ ناشر

افغانستان کے بارے میں بیرونِ افغانستان رہ کر بدامنی کی جتنی بھی خبریں آپ تک پہنچتی ہیں وہ اکثر و بیشتر من گھڑت اور مغربی لابی کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا ایک حصہ ہیں۔ اس کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوا جب ہم خود افغانستان میں فقہ حنفی کے نفاذ کے ثمرات کا جائزہ لینے بنفس نفیس و بزادِ راہِ خود افغانستان پہنچے۔

افغانستان کا دارالحکومت اگرچہ کابل ہے اور تمام مرکزی وزارتوں کے دفاتر کابل میں ہیں لیکن چونکہ ان وزارتوں اور وزیروں کا باوا آدم (ملا عمر) کندھار میں ہے اس لئے ''امارتِ اسلامی افغانستان'' کا ہیڈ کوارٹر امیر المؤمنین ملا عمر کے اسی شہر کندھار میں واقع ہے۔ ہمیں باوجود عامی ہونے کے رہائش گاہِ خاص (گورنر ہاؤس) میں ٹھہرایا گیا مگر یہ گورنر ہاؤس اتنا ہی خاص تھا جتنا ہمارے ہاں کسی عام سے اسکول کی عمارت ہو، کراچی کے سٹی اسکولز کی عمارتیں اس سے کئی درجہ خوبصورت اور آرائشوں و آسائشوں سے مزین ہوں گی۔ افغانستان میں پاکستانیوں کو بہت عزت ملتی ہے، خصوصاً افغانستان پر روسی یلغار کے بعد سے۔

ہمارا مشن چونکہ افغانستان میں فقہِ حنفی کے نفاذ کے ثمرات کا جائزہ لینا تھا اس لئے ہم ایسی سرکاری شخصیات سے ملاقاتوں کے متمنی اور ایسی پبلک پلیسز (Public Places) دیکھنے کے خواہش مند تھے جہاں سے ہمیں اس نئے انقلابِ اسلامی کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ ہم نے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور پہلی ملاقات بولدک (بارڈر پر افغانی علاقہ) کے کمشنر سے اسی وقت کر ڈالی جب ہمیں چمن کے راستے سرحد پار کرنے کا موقع ملا۔

بولدک کے کمشنر کے مہمان خانہ میں ہماری تواضع معروف افغانی چائے (قہوہ) اور چاکلیٹ سے کی گئی ہم چائے پینے بیٹھے تو تین پٹھان (افغان) بھی ہمارے ساتھ شریک تھے اور اپنی

زبان میں بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتے جاتے تھے، ترجمان ترجمہ کر رہا تھا، نمازِ ظہر ہم نے راستہ میں ہی ادا کر لی تھی یہاں کچھ ہاتھ منہ دھونے اٹھے تو ترجمان سے ہم نے کہا ہماری ملاقات بولدک کے کمشنر سے ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا یہ جو سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس شخص اتنی دیر سے آپ سے باتیں کر رہا ہے یہ کمشنر ہی تو ہے؟ ہم اپنی حیرت کو چھپا نہ سکے کہ معمولی فرشی نشست پر بیٹھا ہوا شخص واقعی اس سرحدی علاقہ کا کمشنر ہے؟ ہم نے ان سے دوبارہ مصافحہ کیا اس احساس کے ساتھ کہ ''ہم کمشنر سے ہاتھ ملا رہے ہیں'' اور پھر ہم نے ان سے متعدد سوالات ان کی تعلیم، ان کی ذمہ داریوں اور ان کے انقلاب کے حوالہ سے کئے، محسوس یہ ہوا کہ وہ کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود احساسِ کم تری کا شکار نہیں بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ وہ اپنے زیر انتظام علاقہ کے لوگوں کی خبرگیری کے لئے رات کو گشت کرتے ہیں، دن کو عوام کی شکایات کے ازالہ کے لئے احکامات جاری کرتے ہیں اور پھر ان احکامات پر عملدرآمد کی صورتحال کا جائزہ لینے خود نکلتے ہیں، سرحدی علاقہ ہونے کے باعث روزانہ متعدد مہمانوں کا استقبال کرتے اور وفود کو دارالامارت روانہ کرتے ہیں۔ پاکستان سے آنے والی غذائی اجناس کے اسٹاک اور درآمد پر نظر رکھتے ہیں اور اسے اندرونِ افغانستان منتقل کرنے کی ذمہ داری بھی ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ امریکی پابندیوں کے بعد سے افغان پاکستان تجارت سرکاری سطح پر تقریباً بند ہے تاہم آزاد تجارت کا سلسلہ جاری ہے اور اس پر افغان حکومت ایک نظر رکھتی ہے۔

بولدک سے ہم کندھار کیلئے روانہ ہوئے تو ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہی ہماری گاڑی کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ سڑک پختہ تھی مگر ملکی وسائل طویل جنگ کی نذر ہو جانے کے باعث اس کی تعمیر نو نہیں ہوسکی۔ کوئی دو گھنٹے اس کچی سڑک کا سفر ۶۰ سے ۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاری رہا۔ عصر کی نماز ہم نے راستہ میں ایک جگہ رک کر ادا کی اور مغرب ہم نے کندھار جا کر پڑھی۔

کندھار میں سخت گرمی تھی، رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح ہماری ملاقات نمازِ فجر میں والیٔ کندھار (گورنر کندھار) سے ہوگئی وہ نماز کے بعد دیر تک مسجد ہی میں بیٹھے ذکر وتسبیح کرتے رہے۔ ایک ٹانگ سے معذور ملا حسن سے ہمارا تعارف دو روز بعد ہوا، جب ہم نے اپنے گائیڈ سے اصرار کیا کہ ہمیں ہمارے میزبان سے تو ملوایئے۔ ملاقات اور رسمی تعارف پر معلوم ہوا کہ ان صاحب سے تو ہماری ملاقات ہر روز مغرب عشاء اور فجر کی نمازوں میں ہوتی رہی ہے مگر ہم انہیں عام آدمی سمجھتے